الزام ٹھہرانے میں ہچکچاتے ہیں جو اس کے مستحق ہیں۔لیکن وہ مشرق وسطیٰ میں امریکا کی پرفریب فوجی مہم جوئیوں سے واضح طور پر خوف زدہ ضرور تھے۔'' رمزی کے مطابق ڈاکٹر داؤد عبداللہ نے ان سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''مسلمانوں نے کویت کے معاملے سے تلخ سبق سیکھے، جب بیرونی طاقتوں نے مسلمانوں کی سرزمین پر حملہ کیا۔'' رمزی بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر عبداللہ نے ''افریقی اور مسلمان قوتوں کے ذریعے سوڈان کے اندر ہی ایک داخلی سمجھوتے'' کی تجویز پیش کی۔اور جب رمزی نے ماضی کے ناکام تجربات کی بناء پر ایسی کسی نئی کوشش کی کامیابی کو بھی محال بتایا تو ڈاکٹر داؤد عبداللہ نے کہا ''مسلمانوں کی جانب سے ماضی میں کی گئی ایسی ایک سے زیادہ کوششوں کی ناکامی کو اس نظریے میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے کہ مسلمانوں کو لازمی طور پر مسئلے کو داخلی طور پر حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس کے لیے اپنی متبادل تجاویز پیش کرنی چاہئیں۔''

رمزی کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو میں جانتا ہوں، عبداللہ ان سب سے زیادہ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ سوڈان کس طرح '' بکھرنے کے لیے تیار'' ہے۔ رمزی کے مطابق ڈاکٹر عبداللہ نے.... جو خود بھی پورے یورپ میں نہیں تو پورے برطانیہ میں تو ضرور ہی انسانی حقوق کے سب سے زیادہ معروف مسلمان وکیل ہیں....کہا کہ یہ ملک ''انیسویں صدی میں [ایک سیاسی دیگ کے طور پر] جس طرح یکجا کیا گیا اس کی وجہ سے یہاں مستقل تحریکوں اور خانہ جنگیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ تاہم یہ ملک اب مزید ٹوٹ پھوٹ کا متحمل نہیں ہوسکتا... یہ تنازع مذاکرات کی میز پر ہی حل ہوگا...اس کا کوئی فوجی حل ممکن نہیں ہے۔ مسلمان ملکوں، سول سوسائٹیوں اور دوسری پارٹیوں کو لازمی طور پر متحارب فریقوں کو قومی دولت میں شراکت اور برابری کی بنیاد پر بات چیت پر آمادہ کرنا چاہیے اور دارفور کو کنارے لگائے رکھنے کی اس پالیسی کو ختم کرانا چاہیے جو اس کی پہچان بن گئی ہے[1]۔''

۱۔بحوالہ: http://weekly.ahram.org.eg/2007/844/op133.htm

افریقی یونین، عرب لیگ، اوآئی سی، سوڈانی اور عرب عوام، سب وارنٹ کے مخالف

امریکا اور دیگر مغربی طاقتوں کی خواہشات کے برعکس افریقی یونین اور عرب لیگ نے بین الاقوامی کریمنل کورٹ کی جانب سے سوڈانی صدر عمرالبشیر کی گرفتاری کے وارنٹ کے اجراء کو ماننے سے عملاً انکار کردیا ہے۔ ان تنظیموں نے عمرالبشیر کے خلاف لگائے گئے الزامات کو مغربی طاقتوں کے دہرے معیارات٬ منافقت اور سوڈانی صدر کے خلاف انتقامی جذبے کا کھلا مظاہرہ قرار دیا ہے۔ عرب اور افریقی امور کے ماہر اور مصر کے معروف اخبار الاہرام کے فارن ایڈیٹر جمال نکرومہ اس حوالے سے ۲۶ مارچ تا یکم اپریل ۲۰۰۹ء کے آن لائن ایڈیشن میں لکھتے ہیں:

''سوڈان مرکزی پوزیشن حاصل کرنے کے لیے تیار ہو چکا ہے۔ سوڈنی صدر عمر حسن البشیر نے بحران سے نمٹنے کے لیے ایک جرأت مندانہ اور مضبوط موقف اختیار کیا ہے۔ وہ رگوں میں خون جما دینے والے لہجے میں بول رہے ہیں۔ ان کے خلاف جنگی جرائم کے ارتکاب کے الزام میں ہیگ کے بین الاقوامی کریمنل کورٹ کے جاری کردہ وارنٹ گرفتاری کے پیچ در پیچ اثرات سے ان کا ملک ابھی تک باہر نہیں آسکا ہے۔ تاہم ان کے افریقی اور عرب بھائی ان کے ساتھ کھڑے ہیں۔ بدھ کے روز صدر حسنی مبارک نے ان کا گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا اور دونوں رہنماؤں نے باہمی دلچسپی کے امور پر بات چیت کی۔ ان کے بہت سے ہم وطن اور بیشتر عرب عوام سمجھتے ہیں کہ البشیر کو مغرب کی طرف سے جبر اور دہرے معیارات کے ذریعے تحکم اور انتقام کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ جبکہ خود سوڈانی صدر بین الاقوامی عدالت کے الزامات اور فرد جرم کو کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے اور محض دھاندلی قرار دیتے ہوئے مسترد کرتے ہیں۔ جنگ کی مسلسل للکاروں کے درمیان البشیر نے ایک نمایاں کارنامہ یہ انجام دیا کہ جنوبی سوڈان کے جنگی لیڈر سے ملاقات کی جنہوں نے البشیر کا والہانہ خیر مقدم کیا۔''

یہ سوڈان پیپلز لبریشن موومنٹ کے سربراہ سلوا کیر (Salva Kiir) سے صدر بشیر کی ملاقات کا ذکر ہے۔ جنوبی سوڈان میں بائیس سال کی خانہ جنگی کے بعد اس پارٹی نے ۲۰۰۵ء میں صدر بشیر سے جامع امن معاہدہ کیا ہے جس کے بعد یہ صدر بشیر کی نیشنل کانگریس پارٹی کی مخلوط حکومت کی سب سے اہم پارٹنر ہے اور سلوا کیر سوڈان کے نائب صدر ہیں۔ اس ملاقات میں سلوا کیر نے عمرالبشیر کے وارنٹ کے بعد

رونما ہونے والی صورت حال کے حوالے سے کہا کہ ''یہ معاملہ کچھ مدت تک چل سکتا ہے مگر یقینی طور پر اس کا مطلب ملک کا خاتمہ نہیں ہے ....اس معاملے کو ایک بحران کے طور پر نہیں دیکھا جانا چاہیے بلکہ اسے ہمیں اپنے ملک میں امن، انصاف اور استحکام کے قیام کے لیے ایک موقع کے طور پر برتنا چاہیے۔''

واضح رہے کہ سلوا کیر بین الاقوامی کریمنل کورٹ کی فرد جرم کا جواب دینے کے لیے بنائی جانے والی سوڈان کی قومی کمیٹی کے سربراہ بھی ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صدر بشیر کے خلاف وارنٹ گرفتاری کے اجراء نے سوڈان میں قومی جذبے کو کس طرح فروغ دیا ہے اور اس کے نتیجے میں عمر البشیر کی مقبولیت کس طرح کم ہونے کے بجائے بڑھ گئی ہے۔ جبکہ افریقہ، عرب اور عالم اسلام کی نمائندہ تنظیموں نے بھی آئی سی سی کی کارروائی پر صدر بشیر کے ساتھ اظہار یکجہتی کیا ہے۔ جمال نکرومہ لکھتے ہیں:

''افریقی یونین کے کمشنر جین پنگ، عرب لیگ کے سکریٹری جنرل عمرو موسیٰ، اور آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس کے سیکریٹری جنرل اکمل الدین اوغلو، سب نے صدر بشیر کے لیے اپنی حمایت ظاہر کرنے کے لیے خرطوم کا دورہ کیا۔ سوڈان نے، جو تینوں تنظیموں کا رکن ہے، اپنے مخلص خیر خواہوں کا گرمجوشی سے خیر مقدم کیا۔ 'آئی سی سی کا فیصلہ نہ سوڈان کے اندر ہماری تحریکوں کو متاثر کر سکے گا نہ باہر، یہ فیصلہ محض کاغذ پر روشنائی سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوگا' یہ اعلان صدر بشیر نے اریٹریا کے دار الحکومت اسمارا میں کیا۔ ان کے ناقدین کو شکایت ہے کہ انہوں نے ایک فضول معاملے پر بہت زیادہ پرزور مہم شروع کر دی ہے۔ سوڈانی علماء نے فتویٰ دیا تھا کہ خود اپنی حفاظت اور سلامتی کی خاطر صدر بشیر کو وقتی طور پر بیرونی ملکوں کے سرکاری دوروں سے گریز کرنا چاہیے۔ لیکن انہوں نے ایسی تجاویز کو نامناسب قرار دے کر مسترد کر دیا اور اسمارا سے واپسی کے بعد فوری طور پر اعلان کر دیا کہ وہ صدر حسنی مبارک سے صلاح مشورے کے لیے قاہرہ جانے والے ہیں۔''

جمال نکرومہ کے بقول صدر بشیر کی اسی سرگرمی کا نتیجہ ہے کہ مصر نے بین الاقوامی فورموں پر سوڈان کے حق میں ایک زبردست سفارتی مہم شروع کر دی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ مارچ کے تیسرے ہفتے میں مصر کے وزیر خارجہ احمد ابوالغیث اور جنرل انٹیلیجنس چیف عمر سلیمان کا سوڈان کا دورہ واضح کرتا ہے کہ مصر، سوڈان کے سیاسی بحران کو کس قدر فوری اہمیت حاصل ہے۔ نکرومہ کے مطابق ''صدر مبارک نے دوبارہ

اس امر کا ادراک کرلیا ہے کہ سوڈان مصر کے لیے اسٹرے ٹیجک ڈیپتھ (strategic depth) کے مترادف ہے۔ ابولغیث اور سلیمان نے خرطوم میں صدر بشیر سے آئی سی سی کی فرد جرم کے حوالے سے تازہ ترین پیش رفت پر تبادلہ خیال کے لیے ملاقات کی، اور مصر نے یقین دہانی کرائی کہ مشکل وقت میں وہ سوڈان کے ساتھ کھڑا رہے گا۔ تاہم مصر نے سوڈان پر زور دیا تھا کہ وہ آئی سی سی کی جانب سے صدر بشیر کے خلاف فرد جرم عائد کیے جانے کے معاملے سے نمٹنے کے لیے اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ہونے والی ایک بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کرے۔ لیکن حکومت سوڈان نے اقوام متحدہ کے اہتمام میں دارفور کے مسئلے کو بین الاقوامی معاملہ بنانے کے بہانے کی جانے والی کانفرنس میں شرکت کی دعوت کو قطعی طور پر مسترد کردیا ہے۔ جہاں تک خرطوم کے حکام کا تعلق ہے تو وہ دارفور پر بات چیت کو علاقائی اور مذہبی یعنی اسلامی، عرب اور افریقی حدود کے اندر رکھنے کے لیے پرعزم ہیں۔"

مصر ہی کی طرح اریٹریا نے بھی دارفور میں جرائم کے ارتکاب کے نام پر صدر بشیر کے خلاف مغرب کی مہم کے انسان دوستی کے بجائے مفاد پرستی پر مبنی ہونے کا پوری طرح احساس کرلیا ہے۔ اریٹریا میں ان کا والہانہ خیر مقدم کیا گیا اور جمال نکرومہ کے مطابق اریٹیریا کے صدر Isaias Afewerki نے کہا "براعظم افریقہ میں ہمارے مسائل باہر کے مسلط کردہ ہیں۔" اسمارا کے اس دورے کو....جو وارنٹ گرفتاری جاری ہونے کے بعد صدر بشیر کا پہلا غیر ملکی دورہ تھا....اُن کے پریس ایڈوائزر محجوب فضل "افریقہ کے گلے پر لٹکتی تلوار بن جانے والی مغربی تنظیموں سے مقابلے کے لیے ایک وسیع محاذ کی تشکیل کی کلید" قرار دیتے ہیں۔ اریٹیریا کے اس دورے کے ذریعے، جمال نکرومہ کے نزدیک، صدر بشیر نے ان کوششوں کا مؤثر جواب دیا ہے جو ان کے خیال میں انہیں قربانی کا بکرا بنانے کے لیے کی جارہی ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ "سوڈانی صدر مسائل و مشکلات کے اس سمندر سے مغلوب معلوم نہیں ہوتے جس سے انہیں سابقہ درپیش ہے۔ انہوں نے غیر جذباتی انداز میں قطر کے دارالحکومت دوحہ میں ہونے والی عرب سربراہ کانفرنس میں شرکت کے لیے جانے کا اعلان کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک میں اپنے خلاف الزام تراشی کرنے والوں کے لیے انہوں نے جارحانہ لہجہ اختیار کیا ہے۔ انہوں نے دارفور کے مسلح اپوزیشن گروپوں پر سخت نکتہ چینی کی ہے لیکن یہ اشارہ بھی دیا ہے کہ مفاہمت کی گنجائش اب بھی باقی

ہے۔انہوں نے چار مارچ کو بین الاقوامی کریمنل کورٹ کی جانب سے اپنے وارنٹ جاری ہونے کے بعد سے اس ہفتے جنگ زدہ صوبے کا تیسری بار دورہ کیا اور جنوبی دارفور میں ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے اس بات کو دہرایا کہ وہ وہ بیرونی دوروں کے پروگرام منسوخ نہیں کریں گے لیکن اپنے پچھلے دشمنوں کی جانب دوستی کا ہاتھ بھی بڑھایا۔''

جمال نکرومہ اس پیش رفت سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اگر صدر بشیر کا امید افزاء دورہ ایری ٹیریا حالات کو جانچنے کا کوئی پیمانہ ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ ان کی گرفتاری کے کھیل کا کھیلا جانا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ان کے مطابق وارنٹ گرفتاری کے بعد سوڈانی صدر کی جانب سے پہلے غیر ملکی دورے کے لیے ایری ٹیریا کا انتخاب ظاہر کرتا ہے کہ مغرب اور اس کے علاقائی حلیفوں کی ساری کوششوں کے باوجود صدر بشیر کی ساکھ بہت کم متاثر ہوئی ہے۔وہ کہتے ہیں

''چند ہی برس پہلے ایری ٹیریا محسوس کرتا تھا کہ سوڈانی حکومت کی مبینہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر اس کی بے چینی بالکل درست اور مناسب ہے۔جبکہ آج ایری ٹیریا کی قیادت سوڈانی حکومت کے ساتھ معاملات کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتی،خصوصاً جب بات صدر بشیر کی ہو۔''

اس کے بعد فاضل تجزیہ نگار یہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ'' صدر بشیر نے اپنی استعمار مخالف مہم کی بنیاد سوڈان کی خودمختاری کے سوال کو بنایا ہے،اس حوالے سے ان کی اپیل نے ملک کے اندر قومی جذبات ابھارے ہیں،مگر کیا اس کے ذریعے بیرونی دنیا میں بھی دل اور دماغ جیتے جا سکتے ہیں؟'' پھر اس سوال کا جواب یوں دیتے ہیں کہ''اس معاملے میں اصل پیچیدگی یہ ہے کہ مغرب سوڈان کے ساتھ مصالحت کے موڈ میں نہیں ہے۔مغربی طاقتیں صدر بشیر کو ان کے مبینہ جرائم پر عدالت کے کٹہرے میں کھڑا دیکھنا چاہتی ہیں۔امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن متنبہ کر چکی ہیں کہ بین الاقوامی کریمنل کورٹ کی جانب سے البشیر کے وارنٹ جاری ہونے کے بعد سوڈانی حکومت کی طرف سے امدادی ایجنسیوں کو دارفور سے نکالنے کا فیصلہ'ناقابل بیان مصائب اور تکالیف' کا سبب بنے گا۔''

اس کے بعد جمال نکرومہ سوڈان کی دواساز کمپنی پر کلنٹن دور میں کی گئی امریکی بمباری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مسز کلنٹن کو یاد دلانا چاہیے کہ'' وہ شیشے کے گھر میں بیٹھی ہوئی ہیں کیونکہ یہ ان کے شوہر تھے